تفسیر بالدرایۃ کے حوالے سے مفتی محمد شفیعؒ کا منہج واسلوب

The Methodology of Mufti Muhammad Shafi'(R.A) in Tafseer Bil Diraya

ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن[i] ڈاکٹر محمد ریاض خان الازہری[ii]

Abstract

Mufti Muhammad Shafi' is a well known religious personality of the 20th Century. He got the prestige of "The greatest Mufti of Pakistan" Tafseer "Maariful Quran" is his master piece which is very populor among the public. This tafseer contains nearly every sort of knowledge. The salient feature of this Tafseer is the explanation of various problems relating to social life. In this collection he has described many decress under the title"Maarif -o-Masail". In his description he keeps in view the verses of Quran, the sayings of the prophet (S.A.W) and the opinons of the Jurists.

He can be rightly called a Mujtahid of himself. He focusses on the emerging issues and presents its solutions in light of Quranic teachings. His way of narration is very polite and defends his viewpoints in a social manner.

Keywords: *Mufti, Maarif-o-Masail ,Jurists, Maariful Quran*

عقل واجتہاد اور تدبر و تفکر کے ذریعے قرآن کے علوم و معارف کو سمجھنے کی کوشش کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ شرعاً مطلوب بھی ہے اور قرآن و سنت کے معانی و مفاہیم کو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے رائے کا استعمال صحابہ وتابعین سے ثابت ہے اور رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبلؓ کو اجتہاد بالرائے کی نہ صرف اجازت دی تھی بلکہ اس کی تحسین بھی فرمائی تھی لیکن اجتہاد

---

i لیکچرار دعوۃ اکیڈمی اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد

ii اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ ومطالعہ مذاہب جامعہ ہزارہ خیبر پختون خوا

بالرائے کی تحسین کرنے کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ :

مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ[1] "جس شخص نے قرآن کی تفسیر میں علم کے بغیر کوئی بات کی فلیتبوا مقعدہٗ--تو وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے-"

دوسری حدیث میں فرمایا:

مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ[2] "جو شخص قرآن کی تفسیر میں اپنی رائے سے کوئی بات کرتا ہے تو اگر اس نے صحیح بات معلوم کرلی ہو تو پھر بھی وہ غلطی پر ہے۔"

اسی طرح متعدد صحابہؓ وتابعین اور سلف صالحین سے آثار مروی ہیں کہ انہوں نے تفسیر بالرائے سے احتراز کیا ہے اور اس کی مذمت کی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ایک طرف رائے اور عقل و فکر کے استعمال کی ترغیب دی ہے اور اس کی تحسین و تعریف کی گئی ہے اور دوسری طرف قرآن کی تفسیر بالرائے پر جہنم کی وعید سنائی گئی ہے تو آخر اس تضاد و تعارض کے ازالے کی توجیہ کیا ہے؟

حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس مضمون کی احادیث و آثار نقل کرنے کے بعد دونوں قسم کی روایات کے درمیان تطبیق کے بارے میں فرمایا ہے:

"یہ آثار صحیحہ اور ائمہ سلف سے منقول اس طرح کے دوسرے آثار اس پر محمول ہیں کہ انہوں نے قرآن کی تفسیر کے بارے میں وہ بات کرنے سے احتراز کیا ہے جس کا ان کے پاس کوئی علم نہیں تھا اور جو شخص اس بارے میں وہ بات کرتا ہے جس کا اس کے پاس لغتًہ و شرعاً علم موجود ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ پہلی وجہ یہ کہ تفسیر کے بارے میں سلف سے اقوال وآراء منقول ہیں اور اس میں کوئی منافات اور تضاد نہیں ہے اس لیے کہ یہ جس بات کو جانتے تھے اس کا ذکر انہوں نے کیا ہے اور جس بات کو نہیں جانتے تھے اس کے بارے میں خاموشی اختیار کی ہے اور ہر شخص پر یہی طریقہ اختیار کرنا واجب ہے[3]۔"

نبی کریم ﷺ کے مذکورہ فرامین اور ان کے درمیان علامہ ابن کثیر کی یہ تطبیق ہی دراصل تفسیر قرآن کا وہ معیار ہیں جسے بعد میں ائمہ مفسرین نے اپنایا ہے اور ہر فتنے کے دور میں اسی معیار کو راہنمائی کا پیمانہ مقرر کیا جاسکتا ہے۔ آنے والے صفحات میں اسی معیار کی روشنی میں اس مقالہ کی منتخب تفاسیر کا جائزہ پیش کریں گے۔

فقہی آراء کے بیان میں معارف القرآن کا منہج

حضرت مفتی محمد شفیعؒ چونکہ بذات خود ایک فقیہہ اور مجتہد کی حیثیت رکھتے تھے لہٰذا ان کی تفسیر معارف القرآن بھی اردو تفاسیر میں اجتہاد اور فقہی آراء کا جامع اور مبسوط ذخیرہ ہے حتی کہ تفسیر معارف القرآن نے معاشرتی تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے جدید فقہی مسائل پر خصوصی توجہ دی اور قرآن و سنت کی روشنی میں اور ائمہ فقہا کے اقوال اور اصول فقہ پر پوری طرح قائم رہتے ہوئے مسائل کا حل بیان فرمایا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت مفتی صاحب کا مسائل کے حل کا انداز بالکل منفرد ہے۔ مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آیات احکام سے متعلق ائمہ فقہا کے اختلافی اقوال کو مختلف طریقوں سے بیان فرمایا۔ تفسیر بالدرایہ میں مفتی صاحب کا منہج درجِ ذیل ہے:

1. بعض اوقات صاحب قول کی تعیین کیے بغیر اس کے قول کا ذکر کرنا

بسا اوقات آپؒ کسی قول کے کہنے والے کی تعیین فرمائے بغیر ہی اس کو ذکر کرتے ہیں اور موقع پر صرف یہی کہہ دینے پر اکتفا کرتے ہیں کہ یہ جمہور فقہا کا مذہب ہے یا فرماتے ہیں اس پر ائمہ کا اتفاق ہے۔ذیل میں اس کی چند مثالیں مذکور ہیں:

- ✓ فمن کان منکم مریضاً کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرماتے ہیں کہ مریض سے مراد وہ مریض ہے جس کو روزہ رکھنے سے ناقابل برداشت تکلیف پہنچے، یا مرض بڑھ جانے کا قوی اندیشہ ہو، بعد کی آیت وَلا یُرِیدُ بکم العسر میں اس طرف اشارہ موجود ہے اور جمہور فقہائے امت کا یہی مسلک ہے[4]۔
- ✓ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَه[5]

پھر اگر (دو بار طلاق دینے کے بعد شوہر نے عورت کو تیسری بار) طلاق دے دی تو وہ عورت پھر اس کے لیے حلال نہ ہو گی۔

اس مقام پر بھی مفتی محمد شفیعؒ نے کسی خاص مذہب کا ذکر کیے بغیر ائمہ کے متفقہ مسالک کی طرف اشارہ فرمایا کہ قرآن مجید کی آیت "اَلطلاقُ مَرتٰن" کے الفاظ سے یہ آیت پوری وضاحت کے ساتھ سامنے آجاتی ہے کہ طلاق دینے کا اصل شرعی طریقہ یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ دو طلاق تک پہنچا

جائے، تیسری طلاق تک نوبت پہنچانا مناسب نہیں۔

گویا ائمہ کی متفقہ رائے کے مطابق دو طلاق ہی سنت ہے تیسری طلاق کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور بہت سے فقہانے طلاق بدعت قرار دیا ہے۔اور دوسرے فقہانے تین طلاق کو صرف اس شرط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے کہ الگ الگ تین طہروں میں تین طلاقیں دی جائیں۔ان فقہا کی اصطلاح میں اس کو بھی طلاق سنت سے تعبیر کر دیا گیا ہے مگر اس کا یہ مطلب کسی کے نزدیک نہیں کہ اس طرح تین طلاقیں دینا مسنون اور محبوب ہے بلکہ طلاق بدعت کے مقابلے میں اس کو طلاق سنت اس معنی سے کہہ دیا گیا کہ یہ صورت بدعت میں داخل نہیں لیکن اسلوب قرآن کے اعتبار سے تیسری طلاق غیر مستحسن ہے۔

اس ضمن میں تعامل صحابہؓ وتابعین سے متعدد مثالیں بیان کرنے کے بعد مفتی محمد شفیع بیان فرماتے ہیں کہ بہر حال دو طلاقوں تک قرآن کریم کے الفاظ سے ثابت ہے اس لیے باتفاق ائمہ وفقہاء یہ طلاق سنت میں داخل ہے یعنی بدعت نہیں، تیسری طلاق کے غیر مستحسن ہونے کی طرف تو خود اسلوب قرآن میں واضح اشارہ پایا جاتا ہے اس کے غیر مستحسن ہونے میں کسی کا بھی اختلاف نہیں۔پھر حضرت مفتی صاحبؒ نے اس کی تائید میں سنن نسائی کی حدیث بھی بیان فرمائی۔

> أُخْبِرَ رَسُوْل الله عَنْ رَجُل طَلَّقَ اِمْرَاَتَه ثلاثَ تَطْلِيْقَات جَمِيْعاً فَقَامَ غَضْبَاناً ثُمَّ قَالَ: اَيُلْعَبُ بِكِتَابِ الله وَانَا بَيْنَ اَظْهرِكُم حَتّٰى قَامَ رَجلٌ وَقَالَ يَا رَسُوْلَ الله اَلَا اَقْتُلُه[6]

2. بسا اوقات صاحب قول کا نام بھی ذکر کرنا

بسا اوقات مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ مختلف فقہا کے مذاہب بیان کرتے ہوئے صاحب رائے کا تذکرہ بھی کرتے ہیں جس کی چند مثالیں ذیل میں درج ہیں۔

مثلاً الحج اشهر معلومات[7] کی تفسیر میں مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ پچھلی آیت میں یہ بتلایا گیا تھا کہ جو کوئی حج یا عمرہ کا احرام باندھ لے تو اس پر لازم آتا ہے کہ اس کے احکام پورے ادا کرے۔ان میں عمرہ کے لیے تو کوئی تاریخ اور مہینہ مقرر نہیں، سال بھر میں جب چاہیں کر سکتے ہیں لیکن حج کے لیے

مہینے اور اس کے افعال واعمال کے لیے خاص تاریخیں اور اوقات مقرر ہیں اس لیے اس آیت کے شروع میں بتلادیا کہ حج کا معاملہ عمرہ کی طرح نہیں ہے بلکہ اس کے لیے کچھ مہینے مقرر ہیں جو مشہور و معروف ہیں جاہلیت عرب سے لے کر زمانہ اسلام تک یہی مہینے حج کے مقرر رہے ہیں وہ مہینے شوال، ذوالقعدہ اور دس روز ذوالحجہ کے ہیں جیسا کہ حدیث میں بروایت ابوامامہؓ اور ابو عمرؓ منقول ہے [8]۔

شوال سے حج کے مہینے شروع ہونے کا حاصل یہ ہے کہ اس سے پہلے حج کا احرام باندھنا جائز نہیں۔ بعض ائمہ کے نزدیک تو قبل شوال کے احرام سے حج کی ادائیگی ہی نہیں ہو سکتی جب کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس احرام سے حج تو ادا ہو جائے گا مگر مکروہ ہو گا [9]۔ اس طرح فرمان باری تعالیٰ:

> الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ [10] "جو شخص ان مقرر مہینوں میں حج کی نیت کرے، اسے خبردار رہنا چاہیے کہ حج کے دوران میں اس سے کوئی شہوانی فعل، کوئی بد عملی، کوئی لڑائی جھگڑے کی بات سرزد نہ ہو۔"

مفتی محمد شفیعؒ اس آیت کی تفسیر میں امام اعظم ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہا اللہ تعالیٰ کی آراء کو بیان فرماتے ہوئے تعیین کے ساتھ ان کا تذکرہ بھی کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ "وہ چیزیں جو اصل سے گناہ نہیں مگر احرام کی وجہ سے ناجائز ہو جاتی ہیں وہ چھ چیزیں ہیں:

- عورت کے ساتھ مباشرت اور اس کے تمام متعلقات یہاں تک کہ کھلی گفتگو بھی۔
- برّی جانوروں کا شکار، خود کرنا یا شکاری کو بتلانا۔
- بال یا ناخن کٹوانا۔
- خوشبو کا استعمال، یہ چار چیزیں مرد و عورت دونوں کے لیے حالت احرام میں ناجائز ہیں باقی دو چیزیں مردوں کے ساتھ خاص ہیں۔
- سلے ہوئے کپڑے پہننا، اور
- سر اور چہرے کو ڈھانپنا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چہرے کو

ڈھانپنا حالت احرام میں عورت کے لیے بھی ناجائز ہے اس لیے یہ بھی مشترک محظوراتِ احرام میں شامل ہے[11]۔

3. بسا اوقات فقہ حنفی پر دیگر فقہا کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں

حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ بذات خود مسلک حنفی کے معروف مجتہد عالم دین تھے لیکن وہ اپنے علم و تقویٰ کی وجہ سے فقہی تعصبات سے بالا تر شخصیت کے حامل تھے۔ انہوں نے اپنی تفسیر میں کئی مواقع پر امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے پر دیگر ائمہ مذاہب کی رائے کو ترجیحاً قبول کیا۔ جس میں خاص طور پر مسئلہ مدت رضاعت اور مسئلہ تقلید بڑے نمایاں ہیں۔

مسئلہ مدت رضاعت کے حوالے سے سورۃ البقرہ کی آیت ۲۳۳ کی تفسیر میں مفتی صاحب دو سال مدت رضاعت کے قائل ہیں اور وہ دلیل کے طور پر اسی آیت مبارکہ کو قبول کرتے ہیں اور اسی کے قائلین فقہا کی رائے کو ترجیح دیتے ہیں حالانکہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قرآن مجید کی ایک دوسری آیت اور دیگر احادیث مبارکہ کو دلیل بناتے ہوئے ڈھائی سال مدت رضاعت کے قائل ہیں[12]۔ اس کے علاوہ حضرت مفتی صاحبؒ نے سورۃ الاحقاف میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کرتے ہوئے ائمہ اربعہ کے مذاہب کو علیحدہ علیحدہ ذکر کیا اور جس چیز کو انہوں نے حق سمجھا اسے بلا تعصب اختیار کیا اور وَحَمْلُه وَفِصٰلُه ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا کی تفسیر میں "اکثر مدت حمل اور اکثر مدت رضاعت میں فقہائے امت کا اختلاف" کے عنوان سے تفصیلی بحث کی ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے بر خلاف جمہور فقہاء کی رائے پر فتویٰ دیا ہے[13]۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے منہج سے معلوم ہوا کہ وہ ایک مذہب کے مقلد ہونے کے باوجود تعصب سے بالا تھے اور انہوں نے دلائل کے اعتبار سے جس چیز کو قوی سمجھا اسی کو قبول کیا۔ مسئلہ تقلید میں مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اسی اصول کو سورۃ النحل کی آیت:

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ[14]

کے ضمن میں پورے شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا ہے اور اس مسئلہ کی تفصیل میں "ائمہ مجتہدین کی تقلید غیر مجتہد پر واجب ہے" کے نام سے عنوان قائم کیا ہے[15]۔

اس عنوان کے تحت حضرت مفتی صاحب نے تقلید کی حقیقت بیان فرمائی ہے۔اسی طرح انہوں نے اس کی حدود و قیود اور حکم کو بیان فرمایا اور ایسے شخص کے لیے تو کسی مجتہد کی تقلید کو فرض قرار دیا ہے کہ جو شخص مسائل کے متعلق نہیں جانتا لیکن وہ عالم شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے خود سوچنے سمجھنے اور قرآن وسنت میں باہمی تطبیق کی صلاحیت عطا کی ہے اس کے لیے فرماتے ہیں کہ :

"وہ علماء جو خود قرآن وحدیث کو اور مواقع اجماع کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ان کو ایسے احکام میں جو قرآن وحدیث میں صریح اور واضح طور پر مذکور ہیں اور علماء صحابہ وتابعین کے درمیان ان مسائل میں کوئی اختلاف بھی نہیں ان احکام میں وہ علماء براہ راست قرآن و حدیث اور اجماع پر عمل کریں ان میں علماء کو کسی مجتہد کی تقلید کی ضرورت نہیں البتہ وہ احکام و مسائل جو قرآن وسنت میں صراحۃً مذکور نہیں یا جن میں آیات قرآن اور حدیث کے ظاہر میں کوئی تعارض محسوس ہوتا ہو یا جن میں اسلاف کے درمیان اختلاف موجود ہو ایسے مسائل میں غیر مجتہد عالم کے لیے بھی کسی مجتہد کی رائے کی تقلید ضروری ہے[16]۔"

تقلید شخصی کے حوالے سے بھی حضرت مفتی صاحب کی رائے بڑی اہمیت رکھتی ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ علم و تقویٰ کا جو معیار ابتدائی قرون میں تھا اس میں وقت گزرنے کے ساتھ جب کمی آنے لگی بلکہ تقویٰ و خدا ترسی کے بجائے اغراض نفسانی غالب آنے لگیں، ایسی حالت میں اگر یہ آزادی دے دی جائے کہ جس امام کا چاہیں قول اختیار کرلیں اور جس میں چاہیں کسی دوسرے کا قول لے لیں تو اس کا لازمی اثر یہ ہوتا کہ لوگ اتباع شریعت کا نام لے کر اتباع ھویٰ میں مبتلا ہو جائیں کہ جس امام کے قول میں اپنی غرض نفسانی پوری ہوتی نظر آئے اس کو اختیار کرلیں ایسا کرنا باجماع امت حرام ہے[17]۔

حضرت مفتی صاحب مسئلہ تقلید شخصی کو ایک مثال کے ذریعے واضح فرماتے ہیں کہ جیسے بیمار شخص شہر کے حکیم اور ڈاکٹروں میں سے کسی ایک ہی کو اپنے علاج کے لیے متعین کرنا ضروری سمجھتا ہے مختلف ڈاکٹروں کے علاج سے ہلاکت کا خدشہ ہوتا ہے لیکن اس کا کسی ایک ڈاکٹر کا انتخاب کرنا یہ مطلب نہیں رکھتا کہ باقی ڈاکٹر ماہر نہیں، یا ان میں علاج کی صلاحیت نہیں۔

مزید فرماتے ہیں کہ حنفی، شافعی اور حنبلی کی جو تقسیم امت میں قائم ہوئی اس کی حقیقت

اس سے زائد کچھ نہیں، اس میں فرقہ بندی اور گروہ بندی کا رنگ اور باہمی جدال و شقاق کی گرم بازاری نہ کوئی دین کا کام ہے نہ کبھی اہل بصیرت علماء نے اس کو اچھا سمجھا بلکہ بعض علماء کے کلام میں علمی بحث و تحقیق نے مناظرانہ رنگ اختیار کر لیا اور بعد میں طعن و طنز تک نوبت آگئی پھر جاہلانہ جنگ وجدال نے وہ نوبت پہنچادی جو آج عموماً دینداری اور مذہب پسندی کا نشان بن گیا[18]۔

4. بسااوقات فقہاکے اقوال کی تائید پر احادیث کا متن مع ترجمہ ذکر کرنا

بسااوقات حضرت مفتی محمد شفیعؒ کسی فقہی مسئلہ میں فقہاکے اقوال کی تائید کے طور پر احادیث کا متن مع ترجمہ ذکر کرتے ہیں جیسا کہ سورۃ بقرہ میں:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ[19]

پھر اگر (دو بار طلاق دینے کے بعد شوہر نے عورت کو تیسری بار) طلاق دے دی تو وہ عورت پھر اس کے لیے حلال نہ ہوگی، اِلّا یہ کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص (دوسرے شوہر) سے ہو اور وہ اسے طلاق دے دے۔

کی تفسیر میں طلاق ثلاثہ کے حوالے سے درج ذیل عنوان "اگر کسی نے غیر مستحسن یا غیر مشروع طریقہ سے تین طلاق دے دی تو اس کا اثر کیا ہوگا" کے تحت بحث کی اور یہ موقف پیش کیا کہ ''ایسی صورت میں تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور طالق کو رجوع یا تجدید نکاح کا اختیار باقی نہیں رہتا حتی کہ اس عورت کا کسی غیر مرد سے نکاح اور تعلقات تزویج قائم ہو جائیں اور پھر دوسرا مرد بھی کسی وجہ سے اسے طلاق دے دے۔ اس بحث کی تائید میں پھر احادیث نقل کرتے ہیں مثلاً صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی سیدہ عائشہؓ سے مروی حدیث وغیرہ۔ مثلاً:

> قَالَتْ عَائِشَةُرَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا: اِنَّ رَجُلاً طَلَّقَ اِمْرَاةً ثلاثاً فَتَزَوّجت فطَلَّق فسئِلَ النَّبِیُ اَتَحِلُّ لِلْاَوَّلِ قَالَ لَا حَتّٰی یَذُوْقَ عُسَیْلَها کما ذَاقَ الاَوَّل[20] "حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو تین طلاق دیں، اس نے دوسری جگہ نکاح کیا تو اس دوسرے شوہر نے بھی اسے طلاق دیدی، نبیؐ سے پوچھا گیا کیا یہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال ہے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں، جب تک کہ دوسرا شوہر اس سے ہم بستری کر کے لطف اندوز نہ ہو جائے، جس طرح پہلے شوہر نے کیا تھا اس وقت تک طلاق دینے سے پہلے

شوہر کے لیے حلال نہیں ہو گی۔"

5. جدید فقہی مسائل میں طویل بحث کرنا

تفسیر معارف القرآن کے فقہی اور درائتی تفسیر ہونے کے باوجود مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ نے اس کے فقہی مباحث میں طوالت سے احتراز ہی اختیار کیا ہے لیکن بعض جدید مسائل جن میں بے دین اور ملحدانہ فکر کے لوگوں نے مسلمانوں میں گمراہیاں پھیلائیں ایسے مسائل میں حضرت مفتی صاحبؒ نے بڑے اہتمام کے ساتھ سیر حاصل بحثیں کی ہیں اور غلط نظریات کا پوری قوت کے ساتھ رد کیا ہے مثلاً ''مسئلہ سود''۔ اسلام میں اس کی حرمت بالکل واضح ہے جب کہ جدید ماہرین اقتصادیات نے اپنے گمراہ کن نظریات کے ذریعے معاشی ترقی کے دار و مدار کا سارا انحصار سود ہی کو قرار دیا ہے۔

مفتی محمد شفیعؒ نے اس مسئلہ کی اہمیت کے پیش نظر اس کے بے شمار مختلف پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور مسئلہ سود کے حوالے سے تفسیر معارف القرآن میں ۳۵ صفحات پر مشتمل بحث کی ہے جس میں قرآنی آیات، احادیث مبارکہ اور علماء کے اقوال کی روشنی میں اقتصادی مشکلات کا حل پیش کر کے جدید گمراہ کن نظریات کا مدلل رد کیا ہے اور اسلامی نظام اقتصادیات کا مکمل دفاع کیا ہے۔ اس کے علاوہ مفتی صاحبؒ نے "مسئلہ سود" کے نام سے ایک مستقل کتاب بھی شائع کی ہے جس کے متعلق مفتی صاحبؒ معارف القرآن ج اول ص ۶۸۱ پر رقم طراز ہیں کہ :

> "رباء کی تعریف اور اس کی حقیقت اور اس کی دنیوی تباہ کاری کے متعلق قرآن مجید کی سات آیات اور احادیث نبویؐ کے دس ارشادات اس جگہ بیان ہو چکے ہیں، سوچنے سمجھنے والے مسلمان کے لیے اتنا کافی ہے اور اس مسئلے کے باقی ماندہ پہلوؤں پر بحث اور مکمل تحقیق کے لیے احقر کی ایک مستقل کتاب بنام "مسئلہ سود" شائع ہو چکی ہے[21]۔"

6. فروعی اختلاف میں بحث کرتے ہوئے کتب کے حوالہ جات کا ذکر کرنا

بسا اوقات حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ تفسیر میں آنے والے درایتی مسائل کے حوالے سے قارئین کو کتب حدیث و کتب فقہ سے بذات خود راہنمائی حاصل کرنے کا اشارہ دے دیتے ہیں اور اس سے مقصود درج ذیل امور ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ مسئلہ عقیدے یا اصولی مسائل سے

تعلق نہیں رکھتا اس مسئلہ کی حیثیت محض فروعی نوعیت کی ہوتی ہے یا علماء کرام اس پر پہلے ہی سے کثیر بحث و تمحیص کر چکے ہوتے ہیں اور مستقل کتابی شکل میں وافر مواد عوام کے لیے راہنمائی کے طور پر موجود ہوتا ہے۔ ذیل میں بیان کی جانے والی دو مثالیں مفتی صاحب کے منہج کا عملی نمونہ ہیں:

- ✓ مسئلہ "القراءة خلف الامام" کے متعلق درج ذیل آیت کے ضمن میں بحث کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ[22] "جب قرآن تمہارے سامنے پڑھا جائے تو اسے توجہ سے سنو اور خاموش رہو، شاید کہ تم پر بھی رحمت ہو جائے۔"

مفتی صاحب کے نزدیک یہ ایک فروعی مسئلہ ہے۔ اس میں احناف نماز باجماعت میں مقتدی کے لیے فاتحہ کی قراءت کو جائز قرار نہیں دیتے جب کہ باقی ائمہ کے نزدیک امام جب ایک آیت پڑھ لے یا مکمل سورۃ الفاتحہ پڑھ کر سکتہ کرے تو اس میں مقتدی پر سورہ فاتحہ کی قراءت واجب ہے۔

مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں اس کی فضیلت اور تلاوت قرآن کے آداب اور دیگر ضروری پہلوؤں پر مختصر بحث کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"یہاں اس بحث کا موقع نہیں، اس بحث میں علماء نے مستقل کتابیں چھوٹی بڑی بہت لکھی ہیں ان کا مطالعہ کیا جائے[23]۔

- ✓ مسئلہ "طلاق ثلاثہ" کے متعلق بحث درج ذیل آیت کے ضمن میں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ[24] "پھر اگر (دوبار طلاق دینے کے بعد شوہر نے عورت کو تیسری بار) طلاق دے دی تو وہ عورت پھر اس کے لیے حلال نہ ہوگی، اِلاّ یہ کہ اس کا نکاح کسی دوسرے شخص (دوسرے شوہر) سے ہو اور وہ اسے طلاق دے دے۔"

اس کی تفسیر میں چند پہلوؤں کو قلم بند کرنے کے بعد مفتی صاحب فرماتے ہیں:

"اس جگہ مسئلہ طلاق ثلاث کی مکمل بحث اور اس کی تفصیلات کا احاطہ مقصود نہیں، وہ

شروح حدیث میں بہت مفصل موجود ہے اور بہت سے علماء نے بھی اس کو مفصل رسالوں میں واضح کر دیا ہے سمجھنے کے لیے اتنا بھی کافی ہے[25]۔"

واللہ الموفق والمعین لا رب سواہ

دراصل مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے تفسیر معارف القرآن میں تفسیر بالدرایہ کے لیے جس عمومی اصول کو اختیار فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ قرآن مجید سے جو احکام مستنبط ہوتے ہیں ان کو پوری قوت کے ساتھ ذکر کیا جائے اور جن مسائل کا ماخذ قرآن مجید نہیں ہے انہیں تفسیر کی شکل میں جمع نہ کیا جائے۔ لہٰذا تفسیر معارف القرآن میں ہمیں ہر جگہ یہی اصول نظر آتا ہے جو کہ امثلہ مذکورہ سے ظاہر ہے۔

7. مخالف نظریات کی تردید میں سنجیدہ اور اسلامی آداب کا لحاظ رکھنا

مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ تردید کو جب ہم دیکھتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ مفتی صاحب نے کسی مخالف فرقہ کے مخصوص نظریات کے رد میں بھی سب و شتم پر مبنی غیر سنجیدہ اور غیر اسلامی طریقہ کار سے مکمل احتراز کرتے ہوئے اسلامی آداب مخاطبت کو اختیار کیا ہے۔ مثال کے طور پر آپ نے قرآن مجید کی آیت:

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهِ مِنْهُنَّ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ فَرِيضَةً[26]"پھر جو ازدواجی زندگی کا لطف تم اُن سے اٹھاؤ اس کے بدلے اُن کے مہر بطور فرض کے ادا کرو۔"

کی تفسیر میں شیعہ کے مجوزہ متعہ پر قرآن وسنت کے واضح دلائل اور قاطع براھین کی روشنی میں رد کیا ہے کیونکہ اہل تشیع اسی مذکورہ آیت سے اپنے عقیدہ متعہ کا استدلال پیش کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہاں قرآن مجید کے لفظ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ سے مراد اصطلاح متعہ ہے۔

معارف القرآن میں مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدہ متعہ کا رد قرآن مجید کے اس لفظ کی لغوی تحقیق کے ساتھ بھی کیا ہے اور ساتھ ہی مذکورہ آیت کے پہلے والے حصہ کو بھی بطور دلیل پیش فرمایا ہے کہ قال اللہ تعالیٰ:

أَنْ تَبْتَغُوا بِأَمْوَالِكُمْ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ[27]"یہ کہ تم ان (عورتوں) کو اپنے مالوں کے ذریعے (اپنے نکاح میں) بیویاں بنا کر لاؤ، محض شہوت پوری کرنے کا ذریعہ نہ بناؤ۔"

مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ بیوی بنا کر لانے سے مراد عفت و عصمت کا خیال رکھنا، اولاد کا ذریعہ ہونا، گھر کی آبادی ہونا مراد ہے جب کہ متعہ میں سوائے شہوت رانی کے کوئی مقصد نہیں ہوتا اس لیے اسلام میں یہ مطلق حرام ہے۔اس کے ساتھ ہی حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی بخاری، مسلم اور ترمذی کی احادیث اور متعدد قرآنی آیات کے حوالے سے اس عقیدۂ مزعومہ کا رد پیش کیا ہے اور قرآنی آیات و مسلم شریف کے حوالے سے مفتی صاحب رقمطراز ہیں کہ:

> "البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کچھ عرصہ تک متعہ کو جائز سمجھتے تھے پھر حضرت علیؓ کے سمجھانے سے جیسا کہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۵۲ پر ہے اور آیت شریفہ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُم[28] "بجز اپنی بیویوں یا اپنی مملوکہ عورتوں کے۔" سے متنبہ ہو کر رجوع فرمالیا جیسا کہ ترمذی کی روایت سے معلوم ہے۔
> مزید فرماتے ہیں کہ یہ عجیب بات ہے کہ جو فرقہ حلت متعہ کا قائل ہے باوجودیکہ اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے محب اور فرمانبردار ہونے کا دعویٰ ہے، لیکن اس مسئلہ میں وہ فرقہ حضرت علیؓ کا بھی مخالف ہے۔وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَىَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ[29]"

مفتی محمد شفیعؒ فقہ حنفی کی معروف تصنیف الهدایہ میں متعہ سے متعلق ایک عبارت کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> "صاحب ہدایہ نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا ہے کہ ان کے نزدیک متعہ جائز ہے، لیکن یہ نسبت بالکل غلط ہے جیسا کہ شرائح ہدایہ اور دیگر اکابر نے تصریح کی ہے کہ صاحب ہدایہ سے تسامح ہوا ہے[30]۔"

8. کسی حرف کے معنی کی تعیین میں پیدا ہونے والے اختلاف پر مختار موقف کی تائید میں احادیث نقل کرنا

تفسیر معارف القرآن میں آیات الاحکام کی تفسیر کرتے ہوئے مفتی محمد شفیعؒ قرآن مجید کے کسی حرف کے معنی کی تعیین میں اختلاف واقع ہونے پر احکام میں جو اختلافات پیدا ہوتے ہیں ان کو بیان فرماتے ہیں۔ پھر جس موقف کو خود اختیار فرماتے ہیں اس کی تائید میں حدیث رسولؐ بھی نقل کرتے ہیں جیسا کہ احکام کی آیات میں سے مشہور آیت ہے:

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ[31] جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولوں سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لیے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں۔

مفتی صاحب اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس آیت کی چاروں سزاؤں کے ساتھ حرف "او" وارد ہوا ہے اور یہ او یا تو مختلف امور کے درمیان کسی ایک کے اختیار کے لیے استعمال ہوتا ہے یا امور کے درمیان برابری کی تقسیم کے لیے آتا ہے لہٰذا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور تابعین کرامؒ کی ایک جماعت کے نزدیک اس آیت میں "او" اختیار کے معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی جرم کی پاداش میں مجرم کے لیے حاکم کو اختیار ہے کہ چاہے تو جرم کے اثرات و نقصانات کو دیکھتے ہوئے مکمل سزا دے یعنی چاروں سزائیں دے، چاہے تو کوئی ایک سزا جاری کرے کیونکہ یہ تعزیری حکم ہے اور فقہا میں سے سعیدؒ بن المسیبؒ عطاؒ، داؤدؒ، حسن بصریؒ، ضحاکؒ، مجاہدؒ، ابراہیم نخعیؒ، اور ائمہ اربعہ میں سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے۔ جب کہ امام ابو حنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، اور ایک جماعت صحابہؓ و تابعین نے حرف ''او'' کو اس جگہ تقسیم کار کے معانی میں لے کر آیت کا مفہوم یہ قرار دیا ہے کہ رہزنوں اور رہزنی کے مختلف حالات پر مختلف سزائیں مقرر ہیں[32]۔

مفتی محمد شفیعؒ نے اس دوسرے موقف کی تائید میں حضرت ابن عباسؓ سے مروی حدیث بھی ذکر کی ہے جس کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے ابو بردہ اسلمی سے صلح کا معاہدہ فرمایا تھا، مگر اس نے عہد شکنی کی اور کچھ لوگ مسلمان ہونے کے لیے مدینہ طیبہ آرہے تھے، ان پر ڈاکہ ڈالا۔ اس واقعہ میں جبرئیل امینؑ یہ حکم سزا لے کر نازل ہوئے کہ جس شخص نے کسی کو قتل بھی کیا اور مال بھی لوٹا اس کو سولی چڑھایا جائے، جس نے صرف قتل کیا مال نہیں لوٹا اس کو صرف قتل کیا جائے اور جس نے کوئی قتل نہیں کیا صرف مال لوٹا اس کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیئے جائیں اور جو ان میں سے مسلمان ہو جائے اس کا جرم معاف کر دیا جائے اور جس نے قتل و غارت گری کچھ نہیں کیا

صرف لوگوں کو ڈرایا جس سے امن عامہ مختل ہو گیا اس کو جلاوطن کیا جائے[33]۔

او ينفوا من الارض کے حوالے سے مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ زمین سے نکالنے کا مفہوم ایک جماعت فقہا کے نزدیک یہ ہے کہ ان کو دارالاسلام سے نکال دیا جائے اور بعض کے نزدیک یہ ہے کہ جس مقام پر ڈاکہ ڈالا ہے وہاں سے نکال دیا جائے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اس قسم کے معاملات میں یہ فیصلہ فرمایا کہ اگر مجرم کو یہاں سے نکال کر دوسرے شہروں میں آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہاں کے لوگوں کو ستائے گا اس لیے ایسے مجرم کو قید خانہ میں بند کر دیا جائے، یہی اس کا زمین سے نکالنا ہے کہ زمین میں کہیں چل پھر نہیں سکتا، امام اعظم ابو حنیفہؒ نے بھی یہی موقف اختیار فرمایا ہے[34]۔

تفسیر بالدرایہ میں معارف القرآن کی مذکورہ مثالوں سے واضح ہوا ہے کہ مفتی صاحبؒ آیات الاحکام میں علماء فقہا میں سے خاص طور پر ائمہ اربعہ کے مذاہب کو پوری طرح بیان کرتے ہیں اور جس طرف اپنی رائے کا میلان ہوتا ہے اس کی تائید میں حدیث مبارکہ بھی ذکر کرتے ہیں۔

9. جدید فقہی مسائل میں معاشرتی مشکلات کو ذکر کر کے ان کا حل پیش کرنا

اب آنے والے صفحات میں حضرت مفتی صاحبؒ کا ''جدید فقہی مسائل میں طریقہ استنباط'' کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحبؒ کو زمانے کی مشکلات کے فہم اور ان مشکلات کے حل کے لیے شرعی احکام کے استنباط کا بھرپور ملکہ عطا فرمایا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مفتی صاحب نے قرآن وسنت کی روشنی میں اہم عصری مسائل کی کماحقہ تحقیق فرمائی ہے۔

مفتی محمد شفیع اپنی تفسیر میں آیات قرآنیہ اور ترجمہ کے بعد ''معارف و مسائل'' کے عنوان سے معاشرتی مسائل پر بات کرتے ہوئے ان تمام موضوعات پر وافر مواد فراہم کرتے ہیں جو حالات حاضرہ کی اصلاح کے لیے مطلوب ہوتا ہے چند آیات کی تفسیر بطور مثال ذیل میں درج ہے:

إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ[35]

"اللہ کی طرف سے اگر کوئی پابندی تم پر ہے تو وہ یہ ہے کہ مردار نہ کھاؤ، خون سے اور سور کے گوشت سے پرہیز کرو، اور کوئی ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔"

اس آیت کی تفسیر میں مفتی صاحبؒ الْمَيْتَةَ (مردار) کے معانی و مفاہیم اور اس کی حلت و حرمت کے اصول بیان کرتے ہوئے بحری جانور کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میتہ اُردو میں مردار کو کہتے ہیں اس سے مراد وہ جانور ہے جس کے حلال ہونے کے لیے از روئے شرع ذبح کرنا ضروری ہے مگر وہ بغیر ذبح کے خود بخود مر جائے یاگلا گھونٹ کر یا کسی دوسری طرح چوٹ مار کر مار دیا جائے تو وہ مردار اور حرام ہے لیکن خود قرآن کریم کی دوسری آیت:

> أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُه[36] "تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا۔"

سے معلوم ہوا کہ دریائی جانور کے لیے ذبح کرنا شرط نہیں ہے، وہ بلا ذبح بھی جائز ہے۔ اس بنا پر احادیث صحیحہ میں مچھلی اور ٹڈی کو میتہ سے مستثنیٰ قرار دے کر حلال کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہمارے لیے دو مردار حلال کر دیئے گئے، ایک مچھلی دوسرے ٹڈی اور دو خون حلال کر دیئے گئے ایک جگر دوسرے حال[37]۔ اسی طرح بندوق کی گولی سے ہلاک ہو جانے والے جانور کے متعلق فرماتے ہیں:

> "آج کل بندوق کی ایک گولی نوکدار بنائی گئی ہے اس کے متعلق بعض علماء کا خیال ہے کہ تیر کے حکم میں ہے، مگر جمہور علماء کے نزدیک یہ بھی تیر کی طرح آلہ جارحہ نہیں بلکہ خارقہ ہے جس سے بارود کی طاقت کے ذریعے گوشت پھٹ جاتا ہے ورنہ خود اس میں کوئی دھار نہیں جس سے جانور زخمی ہو جائے اس لیے ایسی گولی کا شکار بھی بغیر ذبح کے جائز نہیں ہے[38]۔"

مزید فرماتے ہیں کہ اس آیت میں میتہ کے حرام ہونے کا حکم عام معلوم ہوتا ہے جس میں میتہ کے تمام اجزاء شامل ہیں لیکن ایک دوسری آیت میں اس کی تشریح عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُه سے کر دی گئی ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مردار جانور کے وہ اجزاء حرام ہیں جو کھانے کے قابل ہیں اس لیے مردار جانور کی ہڈی، بال جو کھانے کی چیز نہیں وہ پاک ہیں اور ان کا استعمال جائز ہے اور آیت قرآن کریم:

> وَ مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ[39] "اس نے جانوروں

کے صوف اور اُون اور بالوں سے تمہارے لیے پہننے اور برتنے کی بہت سی چیزیں پیدا کر دیں جو زندگی کی مدتِ مقررہ تک تمہارے کام آتی ہیں۔" میں ان جانوروں کے بالوں کو مطلقاً جائزالانتفاع قرار دیا ہے، ذبیحہ کی شرط نہیں[40]۔"

اسی آیت مبارکہ کے ذیل میں مردار "میتہ" کی چربی کے متعلق فرماتے ہیں کہ مردار جانور کی چربی اور اس سے بنائی ہوئی چیزیں بھی حرام ہیں، ان کا استعمال کسی طرح سے جائز نہیں اور خرید وفروخت بھی حرام ہے۔ پھر فرماتے ہیں:

"یورپ وغیرہ سے آئی ہوئی چیزیں صابون وغیرہ جن میں چربی استعمال ہوتی ہے ان سے پرہیز کرنا احتیاط ہے مگر مردار کی چربی ہونے کا علم یقین نہ ہونے کی وجہ سے گنجائش ہے نیز اس وجہ سے بھی کہ بعض صحابہ کرامؓ ابن عمرؓ، ابوسعید خدریؓ ابوموسیٰ اشعریؓ نے مردار کی چربی کا صرف کھانے میں استعمال حرام قرار دیا ہے، خارجی استعمال کی اجازت دی ہے اس لیے اس کی خرید وفروخت کو بھی جائز رکھا ہے[41]۔"

اس کے بعد مفتی محمد شفیعؒ جانوروں کے پیٹ سے نکلنے والی ایک چیز جسے عربی زبان میں انفحہ کہا جاتا ہے اس کے استعمال کے حوالے سے فرماتے ہیں:

"یہ دودھ کا پنیر بنانے میں استعمال کی جاتی ہے اس کو دودھ میں شامل کرنے سے دودھ جم جاتا ہے اب اگر یہ جانور اللہ کے نام پر ذبح کیا ہوا ہو تو اس کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں، مذبوح جانور کا گوشت چربی وغیرہ سب حلال ہیں، لیکن یہ انفحہ غیر مذبوح جانور کے پیٹ سے لیا جائے تو اس میں فقہا کا اختلاف ہے، امام اعظم ابو حنیفہؒ اس کو پاک قرار دیتے ہیں لیکن صاحبین امام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ اور امام ثوریؒ وغیرہ اس کو ناپاک کہتے ہیں[42]۔"

مغربی ممالک اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کی مصنوعات میں انفحہ کے استعمال کے حوالے سے مفتی صاحب قطعاً پرہیز کے قائل ہیں لٰہذا فرماتے ہیں:

"یورپ اور دوسرے غیر اسلامی ملکوں سے جو پنیر بنا ہوا آتا ہے اس میں غیر مذبوح جانوروں کا انفحہ استعمال ہونے کا احتمال غالب ہے اس لیے جمہور فقہا کے قول پر اس سے پرہیز کرنا چاہیے اگرچہ امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کے قول پر گنجائش ہے لیکن یورپ سے آئے ہوئے بعض پنیر ایسے ہیں جن میں خنزیر کی چربی استعمال ہوتی ہے، اور ڈبہ پر لکھا ہوا بھی ہوتا

ہے لہٰذا وہ قطعاً حرام اور نجس ہیں[43]۔"

سورۃ بقرہ کی اسی آیت سے مزید مسائل استنباط کرتے ہوئے "المیتۃ" کے بعد الدم(خون) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"دوسری چیز جو آیت مذکورہ میں حرام قرار دی گئی ہے وہ خون ہے۔ لفظ "دم" بمعنی خون اس آیت میں اگرچہ مطلق ہے مگر سورۃ الانعام کی آیت میں اَوْ دَمًا مَّسْفوحاً یعنی بہنے والا ہونے کی شرط ہے اس لیے باتفاق فقہا خونِ منجمد جیسے (گردہ، تلی وغیرہ) حلال اور پاک ہیں۔ جب حرام صرف بہنے والا خون ہے تو جو خون ذبح کے بعد گوشت میں لگا رہ جاتا ہے وہ پاک ہے۔ فقہا صحابہ و تابعین اور امت کا اس پر اتفاق ہے۔ اسی طرح مچھر، مکھی، کھٹمل وغیرہ کا خون بھی ناپاک نہیں (کیوں کہ یہ بہتا نہیں) لیکن زیادہ ہو جائے تو اس کو بھی دھونا چاہیے[44]۔"

دم مسفوح کی تحقیق میں مفتی صاحبؒ مزید رقمطراز ہیں کہ:

"جس طرح خون کا کھانا پینا حرام ہے اس طرح اس کا خارجی استعمال بھی حرام ہے اور جس طرح تمام نجاسات کی خرید و فروخت بھی اور اس سے نفع اٹھانا حرام ہے اسی طرح خون کی خرید و فروخت بھی حرام ہے، اس سے حاصل کی ہوئی آمدنی بھی حرام ہے کیونکہ الفاظ قرآنی میں مطلقاً دم کو حرام فرمایا ہے جس میں اس کے استعمال کی تمام صورتیں شامل ہیں[45]۔"

مریض کو دوسرے کے خون کا انجکشن لگانے کے مسئلہ میں مفتی صاحب کی تحقیق بڑی غور طلب اور بڑی اہم ہے کیونکہ یہ بھی خون مسفوح کا استعمال ہے۔ مفتی محمد شفیعؒ اس مسئلہ میں شرعی نقطہ نظر اور وقتی ضرورت کی تطبیق فرماتے ہیں:

"انسانی خون چونکہ انسانی جز ہے اور جب بدن سے نکال لیا جائے تو وہ نجس بھی ہے۔ اس کا اصل تقاضا تو یہی ہے کہ ایک انسان کا خون دوسرے کے بدن میں داخل کرنا دو وجہ سے حرام ہو، اول اس وجہ سے کہ اعضائے انسانی کا احترام واجب ہے اور یہ اُس احترام کے منافی ہے، دوسرے اس لیے کہ خون نجاست غلیظہ ہے اور نجس چیزوں کا استعمال ناجائز ہے[46]۔"

ایسی صورتحال میں وقتی ضرورت اور اضطراری حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے شریعت اسلامی کے اصولوں کے مطابق مفتی محمد شفیعؒ اس پیچیدہ مسئلہ کا حل بیان فرماتے ہیں اور چند اہم امور کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ:

"خون اگرچہ جزانسانی ہے مگر اس کو کسی دوسرے انسان کے بدن میں منتقل کرنے کے لیے اعضائے انسانی میں کانٹ چھانٹ اور آپریشن کی ضرورت پیش نہیں آتی بلکہ انجکشن کے ذریعے خون نکالا اور دوسرے کے بدن میں ڈالا جاتا ہے اس لیے اس کی مثال دودھ کی سی ہوگئی جو بدن انسانی سے بغیر کسی کانٹ چھانٹ کے نکلتا اور دوسرے انسان کا جزء بنتا ہے اور شریعت اسلامی نے بچّے کی ضرورت کے پیش نظر انسانی دودھ کو ہی اس کی غذا قرار دیا ہے اور ماں پر اپنے بچّوں کو دودھ پلانا واجب قرار دیا ہے جب تک وہ بچّوں کے باپ کے نکاح میں رہے، طلاق کے بعد ماں کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، بچّوں کا رزق مہیا کرنا باپ کی ذمہ داری ہے وہ کسی دوسری عورت سے دودھ پلوائے یا ان کی ماں ہی کو معاوضہ دے کر اس سے دودھ پلوائے قرآن مجید میں اس کی واضح تصریح موجود ہے۔"

فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوفٍ وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَى[47] "پھر اگر وہ تمہارے لیے (بچے کو) دودھ پلائیں تو ان کی اجرت انہیں دو، اور بھلے طریقے سے (اُجرت کا معاملہ) باہمی گفت وشنید سے طے کر لو۔ لیکن اگر تم نے (اجرت طے کرنے میں) ایک دوسرے کو تنگ کیا تو بچے کو کوئی اور عورت دودھ پلائے گی۔"

مفتی محمد شفیع فتاویٰ عالمگیری کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"دودھ جزانسانی ہونے کے باوجود بوجہ ضرورت اس کے استعمال کی اجازت بچّوں کے لیے دی گئی ہے اور علاج کے طور پر بڑوں کے لیے بھی، جیسا کہ عالمگیری میں ہے۔ولا باس بان يسعط الرجل بلبن المراة و يشربه للدوا[48]۔"

مذکورہ جامع مثال پیش کرنے کے بعد صاحب معارف القرآن فرماتے ہیں:

"اگر خون کو دودھ پر قیاس کیا جائے تو کچھ بعید از قیاس نہیں، کیونکہ دودھ بھی خون کی بدلی ہوئی صورت ہے اور جزانسان ہونے میں مشترک ہے، فرق صرف یہ ہے کہ دودھ پاک

ہے اور خون ناپاک ہے، تو اس طرح حرمت کی پہلی وجہ یعنی جزءِ انسانی ہونا تو یہاں وجہ ممانعت نہ رہی، صرف نجاست کا معاملہ رہ گیا، علاج ودوا کے معاملہ میں بعض فقہا نے خون کے استعمال کی بھی اجازت دی ہے[49]۔"

انسانی خون کو انسانی دودھ پر قیاس کرتے ہوئے مفتی صاحبؒ نے جو فتویٰ صادر فرمایا ہے اس کا اقتباس ذیل میں درج ہے۔ فرماتے ہیں:

"انسان کا خون دوسرے کے بدن میں منتقل کرنے کا شرعی حکم یہ معلوم ہوتا ہے کہ عام حالات میں تو جائز نہیں مگر علاج ودوا کے طور پر اس کا استعمال اضطراری حالت میں بلاشبہ جائز ہے، اضطراری حالت سے مراد یہ ہے کہ مریض کی جان کا خطرہ ہو اور کوئی دوسری دوا اس کی جان بچانے کے لیے مؤثر یا موجود نہ ہو اور خون دینے سے اس کی جان بچنے کا ظن غالب ہو[50]۔"

مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ خون دینا تو نص قرآنی کی رو سے جائز ہے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ[51]"جو شخص مجبوری کی حالت میں ہو اور وہ ان میں سے کوئی چیز کھالے بغیر اس کے کہ وہ قانون شکنی کا ارادہ رکھتا ہو، یا ضرورت کی حد سے تجاوز کرے، تو اس پر کچھ گناہ نہیں، اللہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔"

اس آیت میں مردار جانور کھا کر جان بچانے کی اجازت صراحۃً مذکور ہے اور اگر اضطراری حالت نہ ہو یا دوسری دوائیں بھی کام کر سکتی ہوں تو ایسی حالت میں مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ بعض فقہا کے نزدیک جائز ہے اور بعض ناجائز کہتے ہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل کتب فقہ میں بحث تداوی بالمحرم میں مذکور ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بعنوان "اعضائے انسانی کی پیوندکاری" بھی مطبوعہ شکل میں موجود ہے[52]۔ اس طرح جدید فقہی مسائل میں مفتی محمد شفیعؒ کا منہج انتہائی مدلل اور مفصل ہے مفتی صاحب ایک طرف قرآن وسنت کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں تو دوسری ائمہ فقہا کے طریقے کو پوری طرح سنبھالے رکھتے ہیں۔ مفتی محمد شفیعؒ کی اس علمی خصوصیت

کی بنا پر معارف القرآن کو اُردو تفاسیر میں فقہی تفسیر کا مقام حاصل ہے۔

نتائج

مفتی محمد شفیعؒ کا اسلوب یہ رہا ہے کہ آپ اپنی تفسیر میں قائل کا نام لیے بغیر اس کا قول ذکر کرتا ہے۔ بعض مقامات پر قائل کا نام لے کر اس کا استدلال ذکر کرتا ہے۔ حنفی مؤقف کو دوسرے فقہی مکاتب فکر پر ترجیح دیتا ہے۔ فقہاء کے مستدلات کی تائید میں احادیث مع متن پیش کرتا ہے۔ اسی طرح جدید فقہی مسائل مفصل بیان کرتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 مسند احمد ۴: ۲۵۰

2 سنن الترمذی، باب مَنْ قَالَ فِي القُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ ۵: ۵۰

3 مقدمہ تفسیر ابن کثیر ۱: د

4 معارف القرآن، مفتی محمد شفیع ۱: ۴۴۳، ۱۹۹۰ء

5 سورہ البقرہ ۲: ۲۳۰

6 سنن نسائی، کتاب الطلاق ۲ :۹۸

7 سورہ البقرہ ۲: ۱۹۷

8 تفسیر مظہری ۱ :۲۳۰

9 نفس مصدر: ۲۳۱

10 سورہ البقرہ ۲: ۱۹۷

11 معارف القرآن ۱: ۴۸۴

12 معارف القرآن ۱ :۵۸۰

13 معارف القرآن ۷: ۸۰۶

14 سورہ النحل ۱۶: ۴۳

15 معارف القرآن ۵: ۳۴۵

16 معارف القرآن ۵: ۲۴۵

17 معارف القرآن ۵: ۳۴۵-۳۴۷

18 معارف القرآن ۵:۷-۳۴۷۔اس مسئلہ پر مزید تفصیلات کے لیے کتاب الموافقات للشاطبیؒ فی باب الاجتہاد کتاب احکام الاحکام ج:۳ فی عنوان (القاعدة الثالثہ فی المجتھدین) للعلامہ سیف الدین الآمدیؒ، کتاب حجۃ اللہ البالغہ، شاہ ولی اللہ دہلویؒ رسالہ عقیدہ الجید، وکتاب الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد، حکیم الامۃ اشرف علی تھانوی۔

19 سورہ البقرہ ۲:۲۳۰

20 قالت عائشه رضی الله عنها: ان رجلاً طلق امراة ثلاثا فتزوجة فطلق فسئل النبی اتحل للاول قال لا حتی یذوق عسیلها کما ذاق الاول صحیح بخاری، فی کتاب الطلاق، فی باب من اجاز طلاق الثلاث ۲:۷۹۱، دہلی طبع الاول ۱۹۳۸۔۔۔ صحیح مسلم، فی باب لاتحل المطلقہ ثلاثا لمطلقہا حتی تنکح زوجاً غیرہ ۲ :۴۶۳

21 معارف القرآن ۱:۶۸۱

22 سورہ الاعراف ۷:۲۴۱

23 معارف القرآن ۴:۱۶۲

24 سورہ البقرہ ۲:۲۳۰

25 معارف القرآن ۱ :۵۶۹

26 سورہ النساء ۴:۲۴

27 سورہ النساء ۴:۲۴

28 سورہ المؤمنون ۲۳:۶

29 سورہ الشعراء ۲۶:۲۲۷

30 برہان الدین ابوالحسین علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی، شیخ الاسلام، الہدایہ مع الدرایہ فی منتخب تخریج احادیث الہدایہ، فی کتاب ا لنکاح ۲:۳۱۲-۳۱۳، ناشر مکتبہ شرکتہ علمیہ ملتان۔ س ن

31 سورہ المائدة ۵:۳۳

32 معارف القرآن ۳:۱۲۱

33 نفس مصدر:۱۲۱

34 نفس مصدر:۱۲۲

35 سورہ البقرہ ۲:۱۷۳

36 سورہ المائدة ۵:۹۶

37 معارف القرآن ۱:۴۱۷

38 معارف القرآن ۱: ۴۱۷-۴۱۸

39 سورہ النحل ۱۶: ۸۰

40 ابو بکر الجصاص احکام القرآن ۵: ۲، الناشر دار المصحف شرکۃ مکتبہ ومطبعۃ عبدالرحمن محمد اقدم دار عربیہ للنشر القرآن الکریم۔ سوریا و بیروت (س۔ن)

41 نفس مصدر: ۱۴۵

42 ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبیؒ، العلامہ، الجامع لاحکام القرآن ۱: ۲۲۰-۲۲۱، دار احیا التراث العربی، بیروت

43 معارف القرآن ۱: ۴۱۹

44 نفس مصدر: ۴۱۹

45 نفس مصدر: ۴۱۹

46 نفس مصدر: ۴۱۹

47 سورہ الطلاق ۶۵: ۶

48 ابو محمد موفق الدین ابن قدامہ، المغنی، کتاب الصید ۸ : ۶۰۲، مکتبہ عالم الکتب ریاض، ۱۴۱۷ھ / ۱۹۹۷ء

49 معارف القرآن ۱ : ۴۲۰

50 نفس مصدر: ۴۲۰

51 سورہ البقرہ ۲: ۱۷۳

52 معارف القرآن ۱: ۴۲۱